تاریخ اعثم کوفی
از
احمد بن ابو محمد بن علی اعثم کوفی
Presented by www.ziaraat.com

از

احمد بن ابو محمد بن علی اعثم کوفی

ناشر

علی پبلیکیشنز، جنازگاہ، مزنگ لاہور

زہراؑ کا سر سے گزر جانے کا الم سہا اپنے پیارے بھائی جناب امام حسنؑ کی شہادت کی مصیبت جھیلی۔ اب بھائی حسین علیہ السلام جو دنیا میں باقی رہ گیا ہے۔ مجھے ایسے خبر سناتا ہے اور اپنے انتقال کی خبر دیتا ہے ہائے میں تو مر گئی افسوس مصیبتوں اور بلاؤں کی مجھ مبتلا کے حال اور افسوس اور اسی قسم کے کلمات فرماتی اور روتی تھیں۔ تمام اہل بیتؑ آپ کے ساتھ مل کر رونے لگے۔ ام کلثوم کا بیان تھا وا محمدا و اعلیا بعدک یا ابا عبداللہ۔ جناب امام حسینؑ انہیں تسلی دیتے اور کہتے تھے۔ اے خواہر صبر کر اور مرضی الہی پر صابر رہ' کیونکہ خدا تعالی نے زمین سے لے کر آسمان تک کسی شے کو ہمیشہ کی زندگی عنایت نہیں کی نہ کسی کو عطا کرے گا۔ سب فنا ہو جائیں گے۔ صرف ایک ذات پاک خدا کے سوا تمام مخلوق ہلاک ہونے والی ہے۔ سب کو اس نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے۔ اور سب کو اپنی مرضی اور ارادہ کے مطابق نیست و نابود کر دے گا۔ میرے ناناؐ ماںؑ باپؑ اور بھائیؑ مجھ سے بہتر اور زیادہ عزیز تھے اسی طرح وہ بھی جام فنا پی کر مٹی میں مل گئے۔ تمام دنیا والوں کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ سلم کی وفات کا خیال اپنی موت پر صبر دلاتا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا اے بہنو! اے ام کلثومؑ اے زینبؑ جب مجھے مار ڈالیں تو ہرگز ہرگز کپڑے نہ پھاڑنا منہ نہ نوچنا اور ایسے کلمے زبان سے نہ نکالنا جن سے خدا راضی نہیں ہے۔ اسی اثناء میں حر بھی آ پہنچا اور حضرت کے خیموں کے برابر اپنا خیمہ لگایا۔ اور عبید اللہ ابن زیاد کو خط لکھ کر حسینؑ کے وارد کربلا ہونے اور قیام کرنے سے مطلع کیا۔ عبید اللہ ابن زید نے امام حسینؑ کو خط لکھا کہ اے حسینؑ میں نے سنا ہے کہ تم نے کربلا کے متصل قیام کیا ہے۔ اور آج ہی یزید کا خط میرے پاس پہنچا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ جب تک آپ کو واصل حق نہ کردوں نہ بستر پر سوؤں نہ کھانے کا مزہ چکھوں اور یا آپ اس کی فرمانبرداری اختیار کرکے بیعت کریں۔ والسلام!

جب یہ خط آپ کے پاس پہنچا پڑھ کر ہاتھ سے ڈال دیا اور کہا وہ قوم ہرگز فلاح نہ پائے گی۔ جو مخلوق کی رضامندی کے لئے خالق کی ناراضی اختیار کرتی ہے۔ عبید اللہ کے قاصد نے خط کا جواب مانگا آپ نے فرمایا اس کا جواب کچھ نہیں۔ و قد حقت علیہ کلمتہ العذاب قاصد جواب لئے بغیر واپس گیا اور جو کچھ دیکھا اور سنا تھا ابن زیاد سے بیان کر دیا۔ وہ اور بھی زیادہ غضبناک ہو کر اپنے ملازموں اور دوستوں سے بولا کہ حسین کو جس طرح ہو سکے قتل ہی کر دینا چاہئے۔ تم میں سے کون شخص اس خدمت کو اپنے ذمے لیتا ہے اور حسینؑ کو قتل کرتا ہے۔ میں اس کے صلے میں جو شہر اور علاقہ مانگو گے دوں گا کسی نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ اسی دن عمر سعد کے نام ایک فرمان جاری کیا اور شہر رے اور اس کا نواح عطا کرکے حکم دیا کہ وہاں جا' اور خرابیوں کو دور کر۔ عمر سعد نے فرمان لے کر اس طرف جانا چاہا ابن زیاد نے کہا اے عمر تو نے دیکھا کہ کسی نے امام حسینؑ سے جنگ کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ بہتر ہے کہ تو اس مہم کو انجام دے اور حسینؑ سے لڑنے کے واسطے جا اور اس طرف سے مجھے مطمئن اور فارغ کرکے شہر رے کی حکومت پر جانا۔

اس نے کانپ کر کہا اے امیر اگر تو مجھے حسینؑ ابن علیؑ کے مقابلے پر جانے سے معاف رکھے تو بہت ہی بڑا احسان مانوں گا۔ ابن زیاد بولا اچھا معاف کیا۔ مگر یہ فرمان واپس دے کر اپنے گھر میں بیٹھ۔ کیونکہ یہ علاقہ اسی شخص کی ملکیت ہے جو حسین ابن علیؑ کا کام تمام کرے گا۔ عمر نے کہا تو مجھے ایک دن کی مہلت دے کہ میں اس امر کو اچھی طرح سے سوچ لوں۔ ابن زیاد نے اجازت دی اور عمر نے اپنے گھر آ کر دوستوں اور عزیزوں سے مشورہ کیا۔ کسی نے اچھا نہ جانا کہ وہ امام حسین علیہ السلامؑ کے قتل کے واسطے جائے۔ سب نے اسے ڈرایا۔ حمزہ بن مغیرہ جو اس کی بیوی کا بھائی تھا اس کی طرف مخاطب ہو کر بولا ہرگز تو حسینؑ سے لڑنے اور اسے قتل کرنے کا فعل اپنے ذمے نہ لینا ورنہ تو گناہ عظیم کا مرتکب ہو گا۔ خدا کی قسم اگر دنیا میں تیرے پاس کچھ بھی باقی نہ رہے تو اس سے بہتر ہے کہ تو آخرت میں حسینؑ کا خون گردن پر لے

جائے۔

عمر سن کر خاموش تھا لیکن اس کا دل حکومت رے سے باز نہ آتا تھا۔ دوسرے دن صبح کے وقت ابن زیاد کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا تیری کیا رائے قرار پائی۔ کہا امیر تو نے پہلے انعام عطا کیا بعدہ حسینؑ ابن علیؑ کا تذکرہ کیا۔ لوگ مجھے مبارک باد دے چکے۔ اگر تو مجھ سے آج فرمان واپس لے لے گا تو مجھے ندامت حاصل ہوگی تو مجھے مہربانی فرما کر حسینؑ کے قتل کے واسطے نہ بھیج اور رے کی حکومت میرے پاس رہنے دے۔ کوفہ میں اور بہت سے نامور سردار اسماء بن خاجہ، محمد بن اشعث، اور کثیر بن شہاب وغیرہ موجود ہیں۔ ان میں سے ہر شخص اس خدمت کو منظور کرکے امیر کے دل کو اس طرف سے مطمئن اور فارغ کردے گا۔ براہ مہربانی مجھے امام حسینؑ کے قتل سے معاف رکھ۔ ابن زیاد نے کہا تو میرے سامنے جن سرداران کوفہ کا نام لیتا ہے وہ سب میری نظروں میں ہیں۔ اگر تو ہی مجھے اس فکر سے مطمئن کردے گا تو میرے نزدیک تو بہت ہی عزیز ہوگا۔ ورنہ رے کا فرمان واپس کرکے اپنے گھر بیٹھ پھر میں تجھے کسی قسم کی تکلیف نہ دوں گا۔

عمر سن کر چپ ہو رہا۔ اور ابن زیاد نے ناراض ہو کر کہا۔ اگر تو نہ جائے گا اور حسین علیہ السلام سے جنگ کرکے میرا حکم بجا نہ لائے گا تو میں تجھے ابھی قتل کرا دوں گا اور گھر لٹوا دوں گا۔ بعد میں چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ عمر نے کہا جب معاملہ کی یہ صورت آپڑی ہے اور ضرورت لاحق ہو گئی ہے میں امیر کا فرمان بجا لاؤں گا۔ پسر زیاد نے اس کی تعریف کی۔ اور انعام و اکرام میں مزید ترقی کرکے چار ہزار سوار ہمراہ کر دیئے۔ اور رے کی حکومت برقرار رکھی۔ وہ کمبخت سنگ دل حکومت رے کے لالچ اور فرمانبرداری کی ہوس میں اس خدمت کو منظور کرکے اور لشکر ہمراہ لے کر جناب امیر المومنین حسینؑ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ آسمان اور زمین نے تحیر سے دانتوں میں انگلی دبائی۔ اور اس کے اس فعل پر لعنت کناں تھے۔ اور زبان حال سے یہ شعر سناتے تھے۔

رے کا اگر امیر بھی تو ہو گیا تو کیا — انجام کار موت کرے گی تجھے فنا
مانا کہ ملک و زر میں سلیماں سے بڑھ گیا — وہ کب رہا جو تجھ سے کرے گا فلک وفا

غرض وہ دنیائے فانی پر پھولا ہوا مغرور محض مال و دولت کے واسطے نہ خدا سے شرمایا نہ جناب رسول خدا سے ڈرا۔ ایسے بڑے کام کا بیڑا اٹھایا کہ فرشتوں اور نبیوں اور پیغمبروں کے لعن و طعن کا نشانہ بن گیا۔ جب تک دنیا قائم ہے اس پر برابر لعنت ہوتی رہے گی۔ وہ مغرور دیوانہ وار نہ جانتا تھا کہ کہاں جاتا ہے اور کس کام کو اختیار کرلیا ہے۔ ابن زیاد بدنہاد نے اس ملعون نابکار کو سخت تاکید کی کہ ہرگز ہرگز حسین ابن علیؑ اور ان کے اصحاب دریائے فرات سے پانی نہ لینے پائیں۔ اور ایک قطرہ پانی نہ پی سکیں۔ عمر نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔

جس وقت عمر چار ہزار سوار لے کر کربلا میں پہنچا حر ایک ہزار سوار سمیت اس سے جا ملا۔ عمر نے اپنے ایک ہمراہی عروہ بن قیس احمسی کو بلا کر کہا حسینؑ کے پاس جا کر دریافت کرو کہ تم مکہ سے جو امن و امان اور حرمت کا مقام ہے نکل کر کیوں اس میدان کربلا میں آئے۔ اس نے کہا اے امیر انہیں دنوں میں میرے اور ان کے درمیان خط کتابت ہوتی رہی ہے اور میں نے ان سے ہر قسم کی دوستی و محبت کے دعوے کئے تھے وہ پورے نہ ہو سکے اس لئے مجھے ان کے سامنے جاتے شرم آتی ہے۔ عمر نے کہا میں نے تجھے اس خدمت سے معاف کیا۔ پھر ایک اور شخص عبداللہ سبعی کو بلایا یہ شخص بڑا بہادر تھا حاضر ہوا اور اس سے کہا کہ امام حسینؑ کے پاس جا کر پوچھ کہ آپ کیسے مکہ جیسے مقام امن سے نکل کر اس دشت بلا میں آئے اور یہاں قیام کرنے سے آپ کا مطلب و مدعا کیا ہے؟

سبعی ملعون جو خاندان جناب رسول خداؐ کا سخت ترین دشمن تھا بولا اسی طرح حکم بجا لاؤں گا پھر آنحضرتؐ کے خیمہ کی طرف

اس وقت تک بھی ہم آپ کے سامنے دشمنوں سے لڑتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ہمارے نیزے شکستہ اور تلواریں کند ہو کر ٹوٹ جائیں گے خدا کی قسم ایک ہتھیار بھی ہاتھ میں نہ رہے گا۔ تو جب تک بدن میں جان رہے گی حتی الامکان ان آپ کے دشمنوں سے لڑیں گے اور آخر دم تک حضور کی رضامندی حاصل کرنے میں ساعی ہوں گے۔ اور انشاء اللہ آپ کی خدمت گزاری میں ہم اپنے جانیں لڑا دیں گے۔ اس قسم کی باتیں اور عزیزوں اور ساتھیوں نے بھی کیں۔

پھر بریر بن حصیرانی بولے یہ شخص بہت ہی بڑا عابد و زاہد تھا۔ دن بھر روزہ رکھتا تھا اور رات بھر عبادت خدا میں مصروف رہتا تھا۔ بولا اے فرزند رسول خداؐ اور نور دیدۂ فاطمہؑ اے قرۃ العین علی مرتضیٰ و برادر حسن مجتبیٰؑ میں اس معاملہ میں سخت اور حیران اور متفکر ہوں کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی۔ میرا دل چاہتا ہے عمر سعد کے پاس جا کر سمجھاؤں شاید اس کی غفلت اور بے ہوشی کو دور کر سکوں۔ اور وہ میری نصیحت مان لے۔ اگر آپ اس بات کو قبول اور منظور فرمائیں تو اجازت عطا فرمایئے امام حسینؑ نے فرمایا جو تجھے مناسب معلوم ہو اس پر عمل کر۔ بریر عمر سعد کے پاس گیا وہ خیمہ میں بیٹھا تھا۔ حصول اجازت کے بعد اندر گیا اور سلام کئے بغیر بیٹھ گیا۔ عمر سعد ناراض ہوا اور کہا کیا میں مسلمان نہیں اور خدا اور رسول کو نہیں پہچانتا کہ تو نے مجھے سلام نہیں کیا۔ بریر نے کہا اگر تو مسلمان ہوتا اور خدا اور رسول کے دین پر چلتا تو جناب رسول خداؐ کے فرزند اور ان کے اہل بیتؑ سے کیوں جنگ کرتا اور ان پر پانی بند کرتا۔ اے عمر تو مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور جناب محمد مصطفیٰؐ سے دشمنی بھی کر رہا ہے۔ یہ کونسا مذہب ہے اور دین ہے جو تو اختیار کئے ہوئے ہے۔ دریائے فرات جناب امام حسینؑ اور اہل بیت رسولؐ اور فرزندان حسینؑ کے سامنے لہرا رہا ہے۔ اس کا صاف چمکتا ہوا پانی نظر کے سامنے ہے اور چھوٹے چھوٹے معصوم بچے پیاس کی شدت سے بے جان ہوئے جاتے ہیں۔ اور تیرا لشکر، درند، چرند اور پرند بلکہ کتے اور سور تک اس سے سیراب ہو رہے ہیں۔ تو پھر تو ہی انصاف سے کہہ کہ تجھے مسلمان کیونکر کہا جائے۔ تو عجب بے رحم اور سنگدل انسان ہے۔

عمر سعد نے یہ باتیں سن کر سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر سر اٹھا کر بولا اے بریر تو سچ کہتا ہے۔ جو شخص حسین ابن علیؑ اور اس کی اولاد سے لڑے گا اور ان کا حق چھینے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ مگر اے بریر رے کا علاقہ بہت وسیع اور زرخیز ہے۔ مجھ سے وہ نہیں چھوڑا جاتا۔ میرا دل حکومت اور فرمانروائی سے باز نہیں آتا۔ میرے دل پر شقاوت چھا گئی ہے اور میری آنکھوں میں نعمت و دولت اور آسودگی اور عظمت و حکومت کا رنگ جم گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت ہی برا کام کرتا ہوں۔ مگر کیا کروں سلطنت و حکومت عجیب چیز ہے اس سے منہ نہیں موڑا جا سکتا۔

بریر کو اس کی اس بدبختی اور سنگ دلی پر سخت تعجب ہوا۔ واپس آ کر امام حسینؑ سے کہا۔ عمر سعد سخت گمراہی میں مبتلا ہو گیا ہے۔ آپ کے قتل کو حکومت رے کے لالچ میں آسان بات سمجھتا ہے اور ذرا پرواہ نہیں کرتا۔ میں نے دیکھ لیا کہ یہ اپنے ارادے سے باز نہیں آئے گا۔ جو خدمت اس کے سپرد کی گئی ہے اسے ضرور عمل میں لائے گا۔

امام حسین علیہ السلام سمجھ گئے کہ صورت واقعہ کیا ہے۔ اصحاب کو حکم دیا کہ خیموں کے گرد خندق کھود کر لکڑیوں سے بھر دو اور ہر طرف آگ دے دو کہ یہ لوگ خیموں تک نہ آ سکیں۔ اور ایک طرف کے سوا کسی اور طرف مقابلہ کرنے کی ضرورت لاحق نہ ہو۔ اصحاب فرمان بجا لائے۔ لشکر عمر سے ایک ملعون سوار مالک بن جوزہ خندق کے پاس آیا۔ کہا کہ اے امیر المومنینؑ حسین تو نے آگ کی طرف بہت جلدی کی۔ آتش دوزخ میں جانے سے پہلے ہی اپنے گرد آگ جلا دی۔ آپ نے جواب دیا تو جھوٹ بولتا ہے خدا کا دشمن ہے۔ لوگوں نے اس کا نام پوچھا اس نے جوزہ بتلایا۔ آپ نے فرمایا اے خدا اسے دنیا میں آگ کا مزہ چکھا دے اور عقبیٰ سے پیشتر دنیا کی آگ سے جا دعا فوراً قبول ہو گئی۔ مالک نے گھوڑا آگے بڑھایا